

حضرت ابو حامد الغزالیؒ

Page 01 of 10

آج سے ساڑھے نو صدیاں قبل خراساں کے ضلع طوس کے شہر طاہران میں جب سورج دامن مشرق سے طلوع ہوا تو اس کی آب و تاب قابل دید تھی۔ فضا میں ایسا کیف و نور تھا جو مردہ دلوں کو روشنی اور راحت بخش رہا تھا۔ یوں محسوس ہوتا تھا جیسے رحمت باری تعالیٰ کا بحر بکراں ٹھاٹھیں مار رہا ہو۔ اس دن محمد نامی ایک سوت فروش کے ہاں ایک بچہ تولد ہوا جس کی برکت سے نہ صرف اہل خانہ بلکہ طاہران کے عام لوگ بھی غیر محسوس طور پر طمانیت و سکون محسوس کرنے لگے۔ آبائی پیشے کی نسبت سے سب اس بچے کو غزالی کے نام سے پکارنے لگے۔ لیکن کوئی نہیں جانتا تھا کہ ایک دن یہی بچہ حجتہ السلام حضرت ابو حامد بن محمد الغزالی رحمۃ اللہ علیہ بن کر آسمان فلسفہ و منطق و تحقیق و علم الکلام وغیرہ پر آفتاب و ماہتاب کی مانند چمکے گا۔ جس کے سامنے بڑے بڑے منطقی و فلاسفر محقق و نقاد اور مفکر و عارف سر تسلیم خم کئے نظر آئیں گے۔

آپ ابھی چھوٹے ہی تھے کہ آپ کے والد گرامی کا وقت آخر قریب آ گیا۔ انہوں نے اپنے ایک دوست کو بلا کر اپنے دونوں بیٹوں محمد غزالی اور احمد غزالی کو

اس کے حوالے کرتے ہوئے کہا۔

”دوست میں بہت جلد اپنے خالق حقیقی کے پاس پہنچنے والا ہوں خود زیور تعلیم سے محروم رہ گیا تھا لیکن میری دلی تمنا ہے کہ ان دونوں بھائیوں کو تعلیم سے بہرہ ور کیا جائے تاکہ میری جہالت کا کفارہ ہو سکے۔“

اور پھر اسے تھوڑا سا نقد روپیہ دیا جو کہ انہوں نے اس غرض کے لئے محفوظ کر رکھا تھا۔ دوست نے وعدہ کیا تو آپ کے والد محترم نے سکھ کا سانس لیا اور سکون کے ساتھ داعی اجل کو لبیک کہا۔

باپ کے وصال کے بعد دوست نے بڑے بھائی محمد غزالی کو تعلیم دلانا شروع کر دی کیونکہ احمد غزالی ابھی کمسن تھا بصد مشکل ابھی ابتدائی تعلیم کے مراحل ہی طے کئے تھے کہ ایک دن آپ کے والد کے دوست نے بلا کر کہا۔

”بیٹا! تمہارے والد نے جو روپیہ دیا تھا وہ ختم ہو چکا ہے۔ تمہاری تعلیم کے مزید مصارف برداشت کرنے کی مجھ میں ہمت نہیں لہذا تم دونوں بھائی کسی مدرسے میں داخل ہو جاؤ۔“

ان دنوں مدرسے بہت کم تھے زیادہ تر اہل علم اپنے گھروں ہی میں تشنگین علم کی پیاس بجھایا کرتے تھے۔ چنانچہ آپ نے طاہران میں ہی وہاں کے ایک بزرگ حضرت احمد بن محمد رافضائی رحمۃ اللہ علیہ سے فقہ کی کتب پڑھیں۔ پھر جرجان میں تشریف لے جا کر مشہور عالم امام ابو نصر اسماعیل رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے زانوئے ادب طے کیا۔ دوران تحصیل علم استاد مکرم جو بھی درس دیتے آپ اسے بڑی حزم و احتیاط سے لکھ لیا کرتے تھے۔ ایسی یادداشتوں کو عام اصطلاح میں تعلیقات کہتے ہیں۔ علم کی دولت سے مالا مال ہونے کے بعد ایک قافلے کے ساتھ طاہران روانہ ہوئے۔ دوران سفر جنگل کے ڈاکوؤں نے قافلے والوں کا سارا مال و اسباب لوٹ لیا۔ جس میں تعلیقات بھی تھیں۔ آپ ڈاکوؤں کے سردار کے پاس گئے اور

تعلیقات کی واپسی کی تمنا ظاہر فرمائی۔ ڈاکوؤں کا سردار مسکرایا اور تعلیقات واپس کرتے ہوئے کہا۔

”لڑکے یہ کیسا علم سیکھ کر آئے ہو کہ کاغذات کے کھو جانے سے تم بے علم ہو جاتے ہو؟“

Page 03 of 10

ڈاکو کی یہ بات حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کے دل میں گھر کر گئی اور آئندہ علم کو سینے میں محفوظ رکھنے کا عزم بالجزم کر لیا اور اپنی اولین فرصت میں تعلیقات میں مندرج تمام مسائل کو ازبر کر لیا۔

آپ کی علمی قابلیت و تبحر فضل ایزدی سے ان بلندیوں تک پہنچ چکا تھا جہاں معمولی علماء آپ کی تسلی و تشفی کرنے سے قاصر تھے۔ اس لئے علم کی جستجو میں وطن مالوف کو خیرباد کہہ کی نیشاپور تشریف لے گئے۔ جہاں حضرت عبدالمالک ملقب ضیاء الدین المعروف امام الحرمین مدرس تھے۔ آپ فرمایا کرتے تھے ”غزالی دریائے ذخار ہے۔“ آپ قلیل مدت میں دور و نزدیک مشہور ہو گئے۔ فارغ التحصیل ہونے کے باوجود استاد کی محبت سے فیضیاب ہونے کو سب پر ترجیح دیتے تھے۔ لہذا جب امام الحرمین کا انتقال ہوا تو آپ نے نیشاپور کو خیرباد کہا۔ اس وقت آپ کی عمر صرف اٹھائیس برس تھی اور صاحب تصنیف بھی تھے۔ آپ قرآن حکیم کی حکمتوں سے آشنا حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی گہرائیوں سے واقف، فقہ کے اجتماعی مسائل سے کماحقہ آگاہ، اخلاق کی رفعتوں سے روشناس، تصوف کے بحر بیکراں کے مایہ ناز غواص، فلسفہ کی پیچیدگیوں اور موشگافیوں سے بہرور اور عمل و فکر کے گہرے پانیوں کے فیوض سے آشنا تھے۔ عمیق مشاہدات و تجربات نے آپ کی زندگی میں ایسا نکھار پیدا کر دیا تھا جو بہت ہی کم لوگوں کو نصیب ہوتا ہے۔ آپ اہلسنت و الجماعت کے عقائد کے پر جوش حامی تھے۔ ان دنوں بلاد اسلامیہ میں آپ سے بڑھ کر کوئی عالم نہ تھا۔

اس وقت بغداد میں نظام الملک کی حکومت تھی۔ اس کے دربار میں اہل

علم کا ہجوم رہتا تھا۔ ہر اس مباحثے میں جس میں آپ نے شرکت فرمائی ہمیشہ آپ ہی کا پہلہ بھاری رہا۔ نظام الملک آپ کی عملی صلاحیتوں کا معترف تھا۔ اس نے آپ کو درس گاہ نظامیہ میں مدرس اعظم کی حیثیت سے منتخب کر لیا اور یہ وہ عہدہ تھا جس کے حصول کے لئے جید علماء اور باکمال ہستیاں عمریں صرف کر دیا کرتی تھیں۔ اس وقت آپ کی عمر چونتیس سال سے زیادہ نہ تھی۔ بقول امام صاحب ان کے شاگردوں کی تعداد ایک ہزار تھی۔ تین سو جید علماء بحیثیت شاگرد ہر وقت آپ کی خدمت میں حاضر رہتے تھے۔

Page 04 of 10

بچپن سے ہی حجتہ السلام حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کو قدرت نے حقائق اشیا کی دریافت و تحقیقات و احتیاط کا مادہ بدرجہ اتم ودیعت کر رکھا تھا۔ اوکل عمری میں ہی فلسفہ کی گتھیاں سلجھانے میں مصروف رہے اور یونانی اسلامی فلسفے کا گہرا مطالعہ کیا۔ اس کا منطقی نتیجہ یہ نکلا کہ آپ کو رانہ تقلید کی بندشوں سے قطعی آزاد ہو گئے اور ان عقائد سے بھی خود کو آزاد کر لیا جو سنتے سنتے آپ کے ذہن میں جم گئے تھے۔ آپ سوچا کرتے تھے کہ یقینی و حقیقی علم کی شان یہ ہے کہ اس میں کسی قسم کے شک و شبہ و ابہام کا گزر تک نہ ہو سکے۔ لہذا آپ ہر فرقہ کے عقیدے کی چھان بین کرتے اور اس کی اصل تک پہنچتے۔ اس طرح آپ نے ہر گروہ کے مذہبی اسرار و رموز کو پرکھا تا کہ اہل حق اور اہل باطل، اہلسنت اور اہل بدعت میں خط امتیاز کھینچ سکیں۔ علم یقینی و حقیقی کی تلاش میں جب آپ سرگرداں تھے تو اپنے خیالات و افکار کا بھی جائزہ لیا۔ آپ فرماتے ہیں میں نے ذاتی محاسبہ کیا تو محسوس ہوا کہ میرا یقینی علم صرف حیات و بدیہات تک ہے اور جب میں نے اس کے بارے میں مزید کاوش کی تو حیات میں بھی شک ہونے لگا۔

آپ کے دور مسعود میں چار فرقے تھے۔ پہلا فرقہ متکلمین کا تھا جس کا دعویٰ تھا کہ وہ اہل رائے اور اہل نظر ہے۔ دوسرا فرقہ باطنیہ کا تھا اس کا گمان تھا کہ وہ اصحاب تعلیم ہے اور امام معصوم سے اقتباس کرتا ہے۔ تیسرا فرقہ فلاسفہ کا

تھا اسے زعم تھا کہ وہ اہل منطق و برہان ہے اور چوتھا فرقہ صوفیہ کا تھا جس کا دعویٰ تھا کہ صوفیاء کرام خاصان بارگاہ الہی اور صاحبان مشاہدہ و مکاشفہ ہیں۔ آپ نے ان چاروں فرقوں کے بارے میں خوب غور و خوض کیا اور نتیجہ اخذ کیا کہ ان چاروں فرقوں میں سے کوئی ایک فرقہ یقیناً حق پر ہے اور اگر ان میں سے حق باہر ہے تو پھر حق ملنے کی امید عبث ہے۔ اول الذکر تینوں فرقوں کے بارے میں تو تحقیق و تدقیق نے ثابت کر دیا کہ ان میں بہت بڑا خلا موجود ہے جو علم کو یقینی بنانے سے قاصر ہے۔ فرقہ صوفیہ کے مطالعہ سے یہ عرفان حاصل ہوا کہ یہ ارباب حال لوگ ہیں، اصحاب قل نہیں۔ ان کی راہوں پر چلنے سے نفس کی دشواریاں قطع ہو جاتی ہیں۔ انسان اخلاق ذمیہ اور صفات خبیثہ سے پاک ہو جاتا ہے اور قلب غیر اللہ سے خالی ہو کر ذکر اللہ سے روشنی پا کر عرفان الہی حاصل کر لیتا ہے۔ لیکن اس مقام پر پہنچنے کے لئے سلوک کی منازل طے کرنا ضروری ہے۔ اس نتیجے پر پہنچنے کے بعد خود پر نظر ڈالی تو خود کو علائق دنیوی میں گرفتار پایا۔ آپ کے پاؤں کے نیچے سے زمین سرکتی ہوئی محسوس ہوئی۔ اس ہنگام ایسے لگا جیسے غیب سے کسی نے آواز دی ہو۔

”غزالی اگر حال کی اصلاح نہ کی تو نار جہنم میں گرو گئے۔“

یہ آواز سن کر عجب حال ہو گیا، قلب و ذہن میں جنگ چھڑ گئی۔ دنیا کا سب سے بڑا منصب حاصل تھا اسے چھوڑنا آسان نہ تھا، اگر صبح کو بغداد چھوڑ دینے کی نیت ہوتی تو شام کو خواہشات نفسانی کا لشکر اس طرح حملہ آور ہوتا کہ بغداد سے چلے جانے کی نیت کا نام و نشان تک مٹا دیتا۔ یہ کشمکش چھ ماہ تک جاری رہی، لیکن فیصلہ نہ کر پائے آخر اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے کو راست رخ پر راہنمائی کرنے کے لئے اس کی زبان بند کر دی اور پھر حالت یہ ہو گئی کہ ذہنی الجھاد کی وجہ سے نظام ہضم بری طرح متاثر ہوا اور ثرید تک بھی معدہ قبول نہ کرتا تھا۔ انتہائی کمزوری لاحق ہو گئی۔ اطبا آپ کی زندگی سے مایوس ہو گئے، جب آپ عاجز و درماندہ ہو گئے۔

تو بارگاہ ایزدی میں گزر گزائے، مجیب الدعوات نے ان کی التجا سن لی اور آپ نے کچھ مال اہل و عیال کی کفالت کے لئے اور کچھ مال عراق کے مصالح قومی کے لئے مختص کرنے کے بعد بقیہ سارا مال غرباء و مساکین میں تقسیم کر دیا اور جب ماہ ذوالقعدہ ۴۳۸ ہجری میں بغداد سے روانہ ہوئے تو بدن پر صرف ایک کمبل تھا اس وقت آپ کی عمر اڑتیس سال تھی۔

Page 06 of 10

آپ نے علم یقینی کی جستجو میں اپنے سفر کر آغاز نقطہ شک سے کیا اور پھر دنیا نے دیکھا کہ نور الہی نے آپ کے تمام شکوک کو رفع فرما کر آپ کے دل کو منور کیا اور ایسا عرفان بخشا کہ آپ کے بعد آنے والوں کے لئے قرب الی اللہ کے راستے پر چلنا آسان ہو گیا۔ شروع سے ہی آپ پر یہ حقیقت عیاں تھی کہ تصوف کی منازل کو بغیر پیر و مرشد کی رہنمائی کے طے نہیں کیا جاسکتا۔ لہذا طوس میں ہی آپ نے حضرت شیخ ابوعلی فارمدی رحمۃ اللہ علیہ کے دست حق پرست پر بیعت کر لی تھی۔

بغداد سے آپ دمشق پہنچے جہاں سوائے گوشہ نشینی و خلوت گزینی، ریاضت و مجاہدہ، ذکر الہی، تزکیہ نفس اور تہذیب و اخلاق کے کوئی اور مشغلہ نہ تھا۔ اکثر جامع مسجد اموی کے مینار پر چڑھ کر اندر سے دروازہ بند کر لیا کرتے تھے اور شب و روز عبادت میں مصروف رہتے تھے۔ مسجد کی مغربی جانب جو زاویہ ہے وہاں کبھی کبھار متلاشیان حق کو درس دیا کرتے تھے۔ دو سال قیام کے بعد آپ بیت المقدس تشریف لے گئے، وہاں الصخرہ میں جا کر اندر سے دروازہ مقفل کر لیتے اور اللہ تعالیٰ سے لو لگا لیتے۔

۴۹۹ ہجری میں مقام خلیل پر جہاں سیدنا حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کا روضہ اطہر ہے حاضری دی اور تین باتوں کا عہد کیا، اول کسی بادشاہ کے دربار میں نہ جاؤں گا۔ دوم کسی بادشاہ کا عطیہ نہ لوں گا اور سوم کسی سے مناظرہ اور بحث نہ کروں گا۔ یہاں سے حج پر تشریف لے گئے اور محبوب کبریا صلی اللہ علیہ

و سلم کے آستانہ پر حاضری دی جہاں ان گنت جلوؤں اور رحمتوں کا نزول ہوا اور
بیشمار مشکل کٹھن مقامات سے گزرنے میں آسانیاں نصیب ہوئیں۔

Page 07 of 10

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ مسلسل گیارہ سال تک مختلف شہروں،
قصبوں، جنگلوں اور ویرانوں میں تلاش حق میں گھومتے رہے۔ اس اثناء میں کئی
صوفیاء کرام کی خدمت میں رہ کر عرفان کی منزلیں طے کیں۔ بزرگان دین کی کتب
زیر مطالعہ رہیں۔ سب سے زیادہ حضرت جنید بغدادی اور حضرت بایزید بسطامی
رحمۃ اللہ علیہم سے متاثر ہوئے۔ راہ سلوک میں جن مقامات سے گزرے کیفیات
و مشاہدات و مکاشفات سے دوچار ان سب کو ضبط تحریر میں بھی لاتے رہے۔ احیاء
العلوم جیسی بلند پایہ کتاب اسی دور کی تصنیف ہے۔ جیسا کہ پہلے ذکر کیا جا چکا ہے
اس دور میں فلاسفہ، متکلمین اور بد مذہبوں کے عقائد باطلہ اور خیالات فاسدہ کا پر
پرواز زوروں پر تھا۔ انہوں نے دین کے نام پر عجیب و غریب فتنے جگا رکھے تھے۔
جس کی وجہ سے عامۃ المسلمین عجیب الجھن و غمخسے میں گرفتار تھے۔ چنانچہ آپ
نے ان کا سدباب کرنے اور ان کے گمراہ کن پروپیگنڈے کا اثر زایل کرنے کے
لئے رہوار قلم کو جنبش دی اور جس موضوع پر قلم اٹھایا اسے تشنہ نہیں چھوڑا۔
بد مذہبوں کے مذموم افکار و خیالات پر زبردست تنقید کی اور یونانی فلسفے کی نہ صرف
دھجیاں ہی اڑائیں بلکہ ان کے پراپیگنڈے کا اس طرح جامع مدلل اور مستند انداز
سے جواب دیا کہ انہیں راہ فرار اختیار کرنا مشکل ہو گیا۔

آپ کی ہستی بالکل منفرد و یگانہ تھی۔ سلطنت کے مقاصد کا عملی تجربہ تھا
کیونکہ آپ بغداد میں دربار خلافت میں باریاب تھے اور ملکی معاملات میں اکثر آپ
سے مشورہ لیا جاتا تھا۔ وزارت سلجوقیہ آپ کے ارادت مند تھے۔ گیارہ سالہ
درویشی و سفر کے دوران ہر ملک کے حالات سے آگہی حاصل تھی۔ مشاہدہ و تجربہ
شاہد تھا کہ سلطنت کے نظم و نسق میں جمہوریت نام کی کوئی چیز نہیں اور ان تمام
خرابیوں کی بنیادی وجہ یہی تھی کہ حکومت و سلطنت کے متعلق عوام الناس کو کسی

قسم کے اظہار رائے کی آزادی اور حق حاصل نہ تھا چنانچہ امیرالمعروف کے تحت آپ نے سلاطین کو خطوط لکھے جن میں اسلام کے عقائد بیان کرنے کے بعد تحریر فرمایا۔

Page 08 of 10

”صاحبو سن لو! اللہ تعالیٰ کے حقوق آسانی سے معاف ہو سکتے ہیں کیونکہ وہ غفور الرحیم ہے لیکن حق العباد کے معاف ہونے کی کوئی تدبیر نہیں۔ حکومت بہت عظیم الشان اور پرخطر منصب ہے محبوب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد عالیہ ہے کہ روز جزا سب سے زیادہ عذاب ظالم بادشاہ کو دیا جائے گا۔ لہذا حاکم وقت کو اس پر قناعت نہیں کر لینی چاہیے کہ وہ خود ظلم و جور کا ارتکاب نہیں کرتا بلکہ وہ اس بات کا بھی ذمہ دار ہے کہ اس کے غلام و عمدے دار اور عامل کسی پر ظلم اور تعدی نہ کریں۔ حاکم وقت کو ہر معاملے میں یہ فرض کر لینا چاہیے کہ وہ عام شخص ہے اور فرمانروا کوئی اور ہے۔ اس صورت میں وہ اندازہ کر سکتا ہے کہ جو معاملہ وہ دوسروں کے ساتھ کرنا چاہتا ہے اگر اس کے ساتھ بھی کیا جاتا تو وہ اسے پسند کرتا یا نہیں۔ اگر وہ اس کو اپنے حق میں جائز تصور نہیں کرتا اور وہی معاملہ اپنے زیر دستوں کے ساتھ روا رکھنا چاہتا ہے تو وہ دغا باز اور خائن ہے۔“

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی عمر جب پچپن سال سے کم تھی کہ معبود حقیقی کی طرف سے بلاوا آگیا۔ ۱۳ جمادی الثانی ۵۰۵ ہجری بروز سوموار جب صبح کے وقت بیدار ہوئے تو وضو کیا نماز ادا فرمائی پھر کفن منگوا یا اسے آنکھوں سے لگایا اور فرمایا ”آقا کا حکم سر آنکھوں پر۔“ یہ کہہ کر اپنے پاؤں مبارک پھیلا دیئے۔ شاگردوں نے جب تھوڑی دیر کے بعد دیکھا تو وہ مبارک ہستی واصل بحق ہو چکی تھی جو نہ صرف دنیائے اسلام میں آفتاب و ماہتاب بن کر چمکی بلکہ یورپی دنیا میں بھی بے حد مشہور و مقبول تھی کیونکہ اس نے ایسے علوم و فنون کے دروازے وا کر دیئے تھے جن سے لوگ پہلے نا آشنا تھے۔ آن واحد میں آپ کے وصال کے خبر سارے شہر میں پھیل گئی، کوئی آنکھ اور دل ایسا نہ تھا جس میں آنسو اور غم کے

آثار نہ تھے۔ آج کئی صدیاں بیتنے کو آئی ہیں لیکن دنیا نے آپ جیسا مفکر، فقیہ، مفسر، فلاسفر، منطقی، مدرس، محقق، نقاد اور ماہر علم الکلام پیدا نہیں کیا۔

انگلستان کا مشہور فلسفی ڈی بور کتا ہے اگر سارا علم صرف کر کے امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کے علم کی تشریح کی جائے تو بھی ممکن نہ ہو۔ اکثر مغربیوں نے حجتہ السلام کے علم میں سے شہ برابر علم لے کر اس کے بارے میں تحقیق توثیق کی تو وہ دنیا کے مشہور و معروف فلسفی بن گئے۔

Page 09 of 10

امام صاحب کا مزار پاک طاہران میں آج بھی مرجع خلافت ہے۔ دور و نزدیک سے لوگ حاضری دینے کے لئے آتے ہیں اور دین و دنیا کی نعمتوں سے مالا مال ہو کر واپس جاتے ہیں۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے پسماندگان میں ایک بیوی اور چند لڑکیاں چھوڑیں جن میں ایک بچی کا نام ست المنی تھا۔ کتاب المصباح کے مطابق ۷۱۰ ہجری میں جو بزرگ شیخ مجد الدین رحمۃ اللہ علیہ ہوئے تھے وہ چھٹی پشت میں ست المنی کی اولاد میں سے تھے۔

آپ نے تحریر و تصنیف کا کام بیس برس کی عمر سے ہی شروع کر دیا تھا جو ساری عمر تک جاری رہا۔ عمر کے لحاظ سے آپ کی تصانیف کی تعداد کم و بیش ڈیڑھ گنا ہے۔ اگر تمام کتب کے صفحات کو مد نظر رکھا جائے تو سولہ صفحے روزانہ بنتے ہیں جو آپ لکھا کرتے تھے۔ یہ کام آپ کے دیگر مشاغل کے علاوہ تھا۔ اپنے علم الکلام کے آپ خود ہی موجد اور خود ہی خاتم تھے۔ جو شہرت اور خراج تحسین ”احیاء العلوم“ نے حاصل کی وہ حیرت انگیز ہے۔ اس کے بارے میں صوفیاء کرام فرماتے ہیں کہ یہ الہامی تصنیف ہے۔ حضرت شیخ ابو محمد کارزانی رحمۃ اللہ علیہ اس کے بارے میں فرماتے ہیں کہ اگر دنیا کے تمام علوم مٹا دیئے جائیں تو ”احیاء العلوم“ میں سے سب کو دوبارہ زندہ کر دوں۔

آپ کی زندگی سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ مسلسل تگ و دو سے انسان
شہرت دوام حاصل کر سکتا ہے۔ تحقیق و تدقیق کے دروازے ہمیشہ کھلے رکھنے چاہیں
اس سے حق میں باطل کی آمیزش کو روکا جاسکتا ہے۔ علمائے حق کو اپنے علم کا
ہتھیار گمراہوں کے سدباب کے لئے استعمال کرنا چاہیے۔ مصالح قومی کے لئے مال
مختص کرنا چاہیے اور راہ حق میں بڑے بڑے منصب کو بھی چھوڑنا پڑے تو دریغ
نہیں کرنا چاہیے۔